مرثیہ درحال ہمشکلِ پیغمبر شہزادہ علی اکبر علیہ السلام

(بند ۱۵۲)

استاذالاساتذہ نواب مولانا سید اصغر حسین فاخر اجتہادی

(۱)

مطلع ہو فزوں نیّرِ تابانِ سحر سے
اونچا ہو سر فکر گریبانِ سحر سے
خامہ بھی ہم آواز ہو مرغانِ سحر سے
میدانِ قلم مل گیا دامانِ سحر سے
مطلع نہ ہو کیوں اوج پہ اس جاہ وحشم کا
ہے جب کہ بلند اخترِ اقبال قلم سے

(۲)

ہے رفعت و پستی سرخامہ کو میسر
پہنچا سر افلاک اٹھایا جو کبھی سر
قرطاس پہ رکھا کبھی سرشوق میں جھک کر
گہہ چرخ پہ یہ ہے تو کبھی فرشِ زمیں پر
یہ خاک نشیں ہے تو یہی عرش نشیں ہے
اس پر بھی بجز عجز ذرا کبر نہیں ہے

(۳)

کس سے ہوں بیاں اوج وشرف کلک رسا کے
طے ہوں گے نہ جادے کبھی تعریف وثنا کے
ہیں سرقلم کن فیکوں میں بھی خدا کے
قرطاس پہ ہے سر سے رواں ساتھ صدا کے
پوشیدہ قلم میں نہیں یہ راز عیاں ہے
جو سر ہے وہی پا ہے وہی اس کی زباں ہے

(۴)

ہیں مختصر احوال بیاں اس کی ثنا کے
مخلوق ہوا پہلے قلم ارض و سما کے
نام اس نے لکھے برسرِ لوح آل عبا کے
ہے نور سے پیدا حسنؑ سبز قبا کے
کی روزِ ازل لوح پہ تحریر اسی نے
لکھا ہے ہر اک کا خطِ تقدیر اسی نے

(۵)

ہاں کلک دکھا اپنی زبانوں کی طلاقت
ہر لفظ محل پر ہو، وہ ہو حسنِ بلاغت
لب بند فصیحوں کے ہوں، دکھلا وہ فصاحت
پھولوں سے زیادہ ہو مضامیں کی نزاکت
اس گلشن تازہ کی روش سب سے جدا ہو
رنگِ گلِ مضموں بھی تلون سے بھرا ہو

(۶)

اک رنگ میں سو رنگ کے پھولوں کا سماں ہو
سادے کسی گل پر رخ سادہ کا گماں ہو
مصرع کی بلندی سے خجل کاہکشاں ہو
برگ گل رنگیں نہ ہو بلبل کی زباں ہو
غنچہ پہ گماں ہو کسی محبوب کے رو کا
ہو رنگ ہر اک گل میں عنادل کے لہو کا

(۷)

جنگل میں ہیں آباد نیستاں اسی دم سے
نام آوروں کا نام بھی رہتا ہے قلم سے
واقف ہیں سلاطین بھی سب جاہ وحشم سے
ہے بڑھ کے دوات اور قلم طبل وعلم سے
ہر نام جوانان سپہ وردِ زباں ہے
یہ منتظمِ ملکِ سلاطینِ جہاں ہے

(۸)

ہے ملک سخن میں بھی یہی معرکہ آرا
آیا ہے قلم ہاتھ میں یا نیزہ اٹھایا
جو سامنے افواج مضامیں تھیں مہیا
ان سب پہ رواں یہ ہوا چلنے لگا نیزہ
قابو نہ چلے لشکر مضموں پہ کسی کے
یہ جس میں تھا میدان رہا ہاتھ اسی کے

(۹)

چلتا ہے یہ حساد کے سرپر دم تحریر
بن کر کبھی نیزہ، کبھی خنجر، کبھی شمشیر
میدان میں آئے تو ہوا حال بھی تغیّر
بیتاب ہوا اور سوا صورت نخچیر
چاک جگر و قلب پہ عالم تھا کتاں کا
خامہ نے کیا کام بھی تیغ دو زباں کا

(۱۰)

افواج مضامیں کے لئے گاہ نشاں ہے
مانند علم سر کی بلندی بھی عیاں ہے
گہہ گلشن مضموں کے لئے سرو رواں ہے
قمری کی طرح سے کبھی مائل بہ فغاں ہے
عاشق ہے کہیں اور یہ معشوق کہیں ہے
کوکو کی ہے آواز صریر اس کی نہیں ہے

(۱۱)

لیکن یہ تکلف نہیں قمری کی فغاں میں
خامہ کی روانی ہے کہاں سرورواں میں
اس میں بھی مری طرح طلاقت ہے زباں میں
قائل بھی شریک اس کا ہے پر رنگ نہاں میں
ہوتا ہے مرے دل کا لہو صرف اسی سے
ہر رنگ کے کھلتے ہیں گلِ حرف اسی سے

(۱۲)

ہے اس کی زبانوں میں اثر تیغ دو دم کا
سیاح ہے ملکِ عرب و روم و عجم کا
مسطر کا نشاں جادہ بنا اس کے قدم کا
مانند صدف چاک ہے سینہ بھی قلم کا
ہے بو میں سیاہی بھی سوا مشک ختن سے
نقطے بھی چمک میں نہیں کم دُرِ عدن سے

(۱۳)

خامہ کی برو بحر و چمن میں ہے یہ توقیر
موجیں یہ نہیں، صفحۂ دریا میں ہے تسطیر
غنچوں میں،گلوں میں ہے ہراک رنگ کی تصویر
پتوں میں رگیں یہ نہیں سطریں ہیں یہ تحریر
اس کا روش باغ پہ بھی فیض کرم ہے
گلزار میں کوئی نہ کوئی شاخ قلم ہے

(۱۴)

چھوڑو چمن و بحر کو آؤ سوئے صحرا
اب یاں بھی کرامات قلم کا ہو تماشہ
مطلب میں کہیں دیر نہ ہو یہ ہے ارادہ
یہ کاتب رہرو کا ہے لکھا ہوا کتبہ
سمجھو نہ نشاں دشت میں یہ نقش قدم کے
یہ دفتر جادہ ہیں لکھے ساق قلم کے

(۱۵)

جاتا ہے کدھر اشہب سرگشتہ ادھر آ
جو راستہ سیدھا تھا وہی راستہ چھوڑا
اب دشت ثنا میں کوئی دکھلا مجھے جلوہ
بس دیکھ چکا گلشن فرضی کا تماشا
ابیات ہوں توصیف امامؑ دو جہاں میں
تعمیر کوئی قصر ہو گلزارِ جناں میں

(۱۶)

شبیرؑ گلستانِ رسالت کے شجر ہیں
محبوب الٰہی کے یہی لخت جگر ہیں
پاکیزہ و تر نخل امامت کے ثمر ہیں
یعنی اسد اللہ کے یہ نور نظر ہیں
جان و جگر فاطمہؑ زہرا و علیؑ ہیں
خود ہادیٔ سوم ہیں امامؑ ازلی ہیں

(۱۷)

پائی ہے خضر نے رہ اسلام انہیں سے
ہر دوست کا بہتر ہوا انجام انہیں سے
محشر میں شفاعت کا ہوا نام انہیں سے
بگڑے ہوئے امت کے بنے کام انہیں سے
دوزخ سے بچی جان وساطت سے انہیں کی
ناجی ہوئے عاصی بھی شہادت سے انہیں کی

(۱۸)

منظور نہ کرتے جو شہادت شہؑ والا
پھر امّت عاصی کا کہیں تھا نہ ٹھکانا
ہم سب کے لئے آپ نے کیا دکھ نہ اٹھایا
گرمی میں چلے گھر سے شہؑ یثرب و بطحا
جو پھول سے بچے تھے وہ کمہلائے ہوئے تھے
خود نور خدا دھوپ سے سونلائے ہوئے تھے

(۱۹)

پایا کہیں منزل پہ، نہ پایا کہیں پانی
وہ گرم ہوا دھوپ کی وہ تشنہ دہانی
آئی کہیں مسلمؑ کہیں ہانی کی سنانی
رویا کیا تادیر یداللہ کا جانی
غم اور بڑھا بیبیوں کی آہ وفغاں سے
روتے ہی چلے ابر کے مانند وہاں سے

(۲۰)

طے منزلیں ہوتی تھیں یونہیں بادلِ مضطر
ناگاہ ملا راستے میں حرِّ دلاور
تکرار ہوئی جو وہ سنی ہوگی مکرر
سائے کی طرح ساتھ رہا شہؑ کے وہ صفدر
لپٹا رہا دامن سے حسین ابن علیؑ کے
چھوڑے نہ قدم ہاتھ سے فرزند نبیؐ کے

(۲۱)

پہنچے وہاں جس دشت کے مشتاق تھے سرورؑ
خیموں میں فروکش ہوئے ناموس پیمبرؐ
ہونے لگی فوجوں کی چڑھائی شہؑ دیں پر
ہفتم سے تو پانی نہ ہوا شہؑ کو میسر
شبیرؑ گھرے ظلم شعاروں میں نہم کو
آغاز ہوئی جنگ و جدل صبح دہم کو

(۲۲)

لی پہلے رضا حُرؑ نے شہؑ دیں سے وغا کی
حملوں سے بہادر نے قیامت وہ بپا کی
ہلنے لگی دہشت سے زمیں دشت بلا کی
آخر قدمِ شاہؑ پہ جاں اپنی فدا کی
یہ مرتبے تھے بخت سعید ازلی میں
نکلا ہے دم آغوشِ حسینؑ ابن علیؑ میں

(صفحہ ۳۵ کا بقیہ) بند نمبر ۷ تا ۲۲ خطی نسخہ میں بھی غائب ہیں۔

(۲۳)

جاتے تھے رضا لے کے یوں ہی شاہؑ کے انصارؑ
بہتا تھا لہو خاک پہ گرتے تھے وہ دیں دار
میدان میں سالم کوئی رہتا نہ ستمگار
مجبور مگر اپنی قضا سے تھے وہ جرار
باقی نہ رہا ایک بھی شہؑ کے رفقا میں
کشتہ ہوئے سب ظہر تلک راہ خدا میں

(۲۴)

بعدِ رفقا شہؑ سے عزیزوں نے رضا لی
برباد ہوئی دشت میں مسلمؑ کی کمائی
کشتہ ہوئے نوشاہ بھی زینبؑ کے پسر بھی
جاں اپنی برادر نے برادر پہ فدا کی
آنسو نہ تھمے چشم شہؑ جن و بشر کے
باقی نہ رہا کوئی سوا نورِ نظر کے

(۲۵)

اب یاں سے رقم ہوتا ہے حالِ علی اکبرؑ
کیوں کر ہوں بیان رنج و ملالِ علی اکبرؑ
جز اذن نہ تھا اور خیالِ علی اکبرؑ
مضطر تھے شہؑ دیں بھی مثالِ علی اکبرؑ
وہ کہتے تھے ہو اذن عطا شاہؑ امم سے
یہ کہتے تھے مرنے کی رضا مانگو نہ ہم سے

(۲۶)

اکبرؑ نے یہ کی عرض کہ اے قبلۂ عالم
جینے کو برا سمجھے ہیں مرنے سے کہیں ہم
آسان نہ تھا ہجر علمدارؑ کا کچھ غم
کم جانتے تھے ہم سے نہ ان کو شہؑ اکرم
دشوار فراق شہؑ والا تھا انہیں بھی
بیٹوں کی طرح گود میں پالا تھا انہیں بھی

(۲۷)

جس طرح انہیں شاہؑ نے مرنے کی رضا دی
مل جائے اسی طرح رضا رن کی مجھے بھی
خاطر نہیں منظور مگر شاہؑ کو میری
مجھ سے تو مصیبت یہ اٹھائی نہیں جاتی
رخ شہؑ کی طرف سیکڑوں تیروں کے پھرے ہیں
معصوم، خطا کاروں کے نرغے میں گھرے ہیں

(۲۸)

فرمایئے گر میں نہ رضا لوں تو کروں کیا
جلتا ہے کلیجہ نفس سرد بھروں کیا
مرنا تو ہے لابد پھر اجل سے میں ڈروں کیا
گھٹ گھٹ کے ہجومِ الم و غم سے مروں کیا
اشکوں سے بجھاتا رہوں میں سوزِ جگر کو
رویا کروں بیٹھا ہوا ماں پاس پدر کو

(۲۹)

جوں جوں یہ غم و درد کی کرتے رہے تقریر
سنتے رہے خاموش کھڑے صورتِ تصویر
جب جوڑ کے ہاتھوں کو بڑھے اکبرؑ دلگیر
فرزند سے کہنے لگے یہ حضرت شبیرؑ
ہاتھوں کو نہ جوڑو نہ کہیں بے ادبی ہو
لازم ہے مجھے پاس کہ ہمشکل نبیؐ ہو

(۳۰)

کھوؤں میں اگر آج تو کیوں کر تمہیں پاؤں
میدان میں مرنے کے لئے آپ نہ جاؤں
ہے شوق کہیں زخم سناں قلب پہ کھاؤں
آؤ، مجھے دو ہاتھ کہ آنکھوں سے لگاؤں
لوں بوسے بصد شوق نہ کیوں دست نبیؐ کے
اے لال! یہ ہیں ہاتھ رسولِ عربیؐ کے

(۳۱)

سرتا بقدم آپ ہیں ہمشکل پیمبرؐ
جب شائق دیدار نبیؐ ہوتا تھا اکثر
میں دیکھتا تھا آپ کو پیارے علی اکبرؑ
موت ایسے پسر کی ہو گوارہ مجھے کیوں کر
دنیا سے جواں لال اٹھے باپ کے آگے
حسرت تو مجھے یہ تھی مروں آپ کے آگے

(۳۲)

بولا یہ پسر اے اسد اللہ کے جائے
وہ وقت بد اللہ نہ خادم کو دکھائے
اے کاش کسی کی نظر بد مجھے کھائے
دشمن کی بھی آئی ہو تو میری اجل آئے
خود کاٹوں گلا تیغ سے کچھ دور نہیں ہے
میں سچ کہوں جینا مجھے منظور نہیں ہے

(۳۳)

دیتا ہوں قسم ان کی میں ہمشکل ہوں جن کا
روکیں نہ مجھے بہر خدا اب شہؑ والا
ارماں ہے کروں گلشن جنت کا نظارہ
ہے آگ لگی پیاس سے پھنکتا ہے کلیجہ
اک دم بھی مجھے خلق میں راحت نہ ملے گی
یہ پیاس نہ جب تک مئے کوثر سے بجھے گی

(۳۴)

کس یاس سے کہنے لگے یہ حضرت شبیرؑ
بیٹا! تری تقریر بھی نانا کی ہے تقریر
ہر بات تری دل پہ مرے کرگئی تاثیر
اب کیا دے جواب آپ کی باتوں کا یہ دلگیر
کیا اس کو کہوں غم جو ہوا خیر سدھارو
دی باپ نے مرنے کی رضا خیر سدھارو

(۳۵)

اے جان! مگر ماں سے پھوپھی سے بھی مل آؤ
پھر شوق سے مرنے کے لئے فوج میں جاؤ
نعمات جناں بھوک میں دو روز کی کھاؤ
دو دن کی عطش ساغر کوثر سے بجھاؤ
دنیا میں کسی کو بھی مرا پاس نہیں ہے
مجھ کو تو کئی روز سے کچھ پیاس نہیں ہے

(۳۶)

رو روکے یہ کہنے لگا وہ یوسف ثانی
ہم سب سے سوا آپ کو ہے تشنہ دہانی
گر حکم ہو لے آؤں ابھی نہر سے پانی
تر کیجئے لب اے اسد اللہ کے جانی
اس اپنے جلے دل پہ نظر کیجئے بابا
پانی سے ذرا سرد جگر کیجئے بابا

(۳۷)

فرمایا شہؑ دیں نے کہ اس قدر کے قرباں
ہوگا نہ تمہیں گرتو کسے ہوگا مرا دھیاں
پانی سے میں ٹھنڈا کروں اس دل کو مری جاں
تم تو کوئی ساعت کے زمانہ میں ہو مہماں
خوش ہوں گے اگر قتل پسر ہوگا ہمارا
رونے سے تمہیں سرد جگر ہوگا ہمارا

(۳۸)

روتے ہوئے خیمہ کو روانہ ہوئے اکبرؑ
پہنچے تو یہ فضہؑ سے کہا بادلِ مضطر
کس جا ہیں پھوپھی جان، کہاں ہیں مری مادر
کی عرض کہ وہ رو رہی ہیں دختر حیدرؑ
ماں بھی وہیں بیٹھی ہیں، مرے ماہ لقا کی
معلوم نہیں وجہ کوئی آہ و بکا کی

(۳۹)

رومال سے یہ پونچھتے آنسو وہیں آئے
روتے ہوئے دیکھا تو سخن لب پہ یہ لائے
ہیں آپ نے رخسار پہ کیوں اشک بہائے
ہیں خیر سے باہر اسد اللہ کے جائے
کھلتا نہیں کچھ اور سبب آہ و بکا کا
ہاں صدمۂ فرقت ابھی تازہ ہے چچا کا

(۴۰)

زینبؑ نے کہا غم تو وہ تھا ہی مرے دل پر
اب سنتی ہوں تم نے بھی رضا لی مرے دلبر
مرنے کا دیا اذن تمہیں باپ نے کیوں کر
ہنستے ہوئے آئے ہو جبھی خیمہ کے اندر
کیوں شاد نہ ہو سامنے محبوب اجل ہے
رونے کی جگہ یہ نہیں، شادی کا محل ہے

(۴۱)

یہ بیاہ کا ساماں ہے، نہیں موت کا ساماں
شادی کا رہا اب دل مادر کو نہ ارماں
یہ خون کی دھاریں نہیں سہرے کی ہیں لڑیاں
بدھی ہے یہ پھولوں کی، نہیں زخم ہیں خنداں
کیا کیا سرزیں جوش جوانی سے بنیں گے
قاسمؑ کی طرح آپ بھی نوشاہ بنیں گے

(۴۲)

لو سچ کہو دی یا نہیں دی بھائی نے رخصت
خوش ہو کے کہا شہؑ سے ملی رن کی اجازت
اب اذنِ وغا آپ بھی دیں مجھ کو بہ عجلت
جائیں نہ کہیں حسب طلب جنگ کو حضرت
پھر کیا جو گیا بعد میں حضرت کی مدد کو
ہے خیر اسی میں، کوئی ٹوکے نہ اسد کو

(۴۳)

بہتر ہے رضا آپ نہ دیں مجھ کو وغا کی
ہے کون مدد اب جو کرے شاہؑ ہدا کی
منظور شہادت ہے امامؑ دوسرا کی
جائے گی عداوت نہ کبھی اہل جفا کی
چھوڑیں گے ستمگار نہ زہراؑ کے پسر کو
مرتے ہوئے دیکھوں میں شہؑ جن و بشر کو

(۴۴)

بانو سے یہ فرمانے لگیں زینبؑ نالاں
تم نے بھی سنا کہتے ہیں کیا اکبرؑ ذیشاں
سچ ہے کہ جواں لال نہ ہو باپ پہ قرباں
پہلو میں مگر دل نہیں تھمتا کسی عنواں
وہ مہر امامت ہیں تو یہ ماہ مبیں ہے
دونوں کی جدائی مجھے منظور نہیں ہے

(۴۵)

بانو نے کہا آپ بجا کرتی ہیں ارشاد
پر کیا کریں مجبور ہیں ہم بیکس و ناشاد
زندہ کبھی چھوڑیں گے نہ شہؑ کو ستم ایجاد
گودی بھی مری راج بھی ہو جائے گا برباد
اک آن میں پائیں گے نہ ہمشکل نبیؐ کو
روئیں گے کوئی دم میں حسینؑ ابن علیؑ کو

(۴۶)

کچھ بن نہیں پڑتا وہ فلک ٹوٹا ہے ہم پر
روکے سے مرے آپ کے رکتا نہیں دلبر
باندھے ہے کمر مرگ پر اپنی یہ دلاور
آمادہ ہیں مرنے پہ یہاں تک علی اکبرؑ
ایسا ہے کہ ہم یوں قدمِ شہؑ پہ مریں گے
تلوار سے خود اپنا گلا قطع کریں گے

(۴۷)

یہ سن کے ہوئیں بنت علیؑ اور پریشاں
ہوش اڑگئے آئینہ صفت ہوگئیں حیراں
کس جبر سے کہنے لگیں بادیدۂ گریاں
لیں رن کی رضا شوق سے ہوں باپ پہ قرباں
میدان میں سر اہل وغا تیغ سے کاٹیں
دشمن مرے جانی کا گلا تیغ سے کاٹیں

(۴۸)

مرنے کی رضا ماں نے پھوپھی سے جو دلائی
گویا تنِ بے روح میں پھر جان سی آئی
ماں نے حرمِ پاک کو یہ بات سنائی
کرتی ہے طلب حیدرؑ کرار کی جائی
جاتے ہیں یہ رن میں مددِ ابنِ علیؑ کو
سب آئیں یہاں رخصتِ ہمشکل نبیؐ کو

(۴۹)

سب بیبیاں روتی ہوئی آئیں بہ دلِ زار
بانو نے کہا مرنے کو جاتا ہے یہ دلدار
اب آئے گا میداں سے نہ زندہ مرا جرار
ہاں دیکھ لیں ناموس نبیؐ آخری دیدار
باقی ہے بس اب زیست فقط چند نفس کی
برباد کمائی ہوئی اٹھارہ برس کی

(۵۰)

رخصت ہوا جب سب سے عدم کا وہ مسافر
بشاش روانہ ہوئے میدان کو آخر
کہنے لگی ہمشیر شہؑ صابر و شاکر
جاتے ہو مری جان خدا حافظ و ناصر
ممکن ہو تو میداں سے یہاں آئیو واری
پھر چاند سی صورت مجھے دکھلائیو واری

(۵۱)

خیمہ سے بر آمد ہوئے شہزادۂ عالم
دیکھا کہ در خیمہ پہ ہیں سید اکرم
غم سے ہیں جھکائے ہوئے سر، چشم ہے پرنم
ہے بیکسی و یاس فقط مونس و ہمدم
اکبرؑ جو قریب آئے امامؑ دوسرا کے
رونے لگے فرزند کو چھاتی سے لگا کے

(۵۲)

در سے یہ سنبھالے ہوئے شبیرؑ کو لائے
خوش ہوگئے نزدیک جو رہوار کے آئے
اکبرؑ نے کہا اے اسد اللہ کے جائے
خادم ہو سوار اذن اگر آپ سے پائے
گھر آپ سدھاریں تو روانہ ہوں وغا کو
چھوڑوں گا میں تنہا نہ یہاں شاہؑ ہدا کو

(۵۳)

شہؑ نے کہا اسوار تو کرلوں میں فرس پر
تھاموں میں رکاب آؤ چڑھو رخش پہ دلبر
کہنے لگے یہ دستِ ادب جوڑ کے اکبرؑ
ہیں آپ امامؑ ابن امام اے شہؑ مضطر
ارفع ہے ملائک سے بھی شان ابن علیؑ کی
مجھ کو یہ جسارت نہیں اس بے ادبی کی

(۵۴)

کس فرط محبت سے یہ کہنے لگے سرورؑ
اس امر میں انکار عبث ہے تمہیں دلبر
کچھ اس میں قباحت نہیں بیٹا علی اکبرؑ
الفت یہ تمہاری نہیں ہے، پاسِ پیمبرؐ
فرزند علیؑ میں ہوں تو تم سبط علیؑ ہو
خدمت مجھے لازم ہے کہ ہمشکل نبیؐ ہو

(۵۵)

کی عرض بصد عجز کہ اے سید اکرم
ہر بات میں اولیٰ ہے رضائے شہؑ عالم
پاس ادب شاہؑ سے خاموش ہوئے ہم
تعمیل بھی حکم شہ دیں کی ہے مقدم
اب عذر نہیں کوئی کہ مامور ہے خادم
آقا کے مگر حکم سے مجبور ہے خادم

(۵۶)

گھوڑے پہ سوار ان کو کیا شاہؑ نے آخر
میداں کو روانہ ہوا جنت کا مسافر
کس یاس سے بولے یہ شہؑ صابروشاکر
جاتے ہوئے جنگ خدا حافظ و ناصر
در پیش رہِ سخت ہے نازوں کے پلے ہو
لڑنے کے لئے پہلے پہل گھر سے چلے ہو

(۵۷)

میدان کو جاتا تھا ادھر شیر نرینہ
تکتے ہوئے افواج کو تانے ہوئے سینہ
یہ زین پہ بیٹھے تھے کہ خاتم پہ نگینہ
تھے مضطر و بیتاب ادھر شاہؑ مدینہ
راحت کسی پہلو تھی نہ زہراؑ کے پسر کو
اک ہاتھ سے دل ایک سے تھامے تھے جگر کو

(۵۸)

کس شان سے ہے شیر جری رخش پہ اسوار
میدان کو جاتا ہے پھراتا ہوا رہوار
ناظر تھا نگہبان منجم جو ستمگار
کچھ اس کو ملے آمد جرار کے آثار
دی اس نے صدا فوج کو، ہشیار جوانو!
اک شیر کی آمد ہے، خبردار جوانو!

(۵۹)

یہ شیر غضبناک ہے رہوار پر اسوار
دُلدل پہ بصد قہر ہیں یا حیدرؑ کرار
اس اسپ کے کاوے سے یہ ہوتا ہے نمودار
گھیرے گا تمہیں غیظِ علی اکبرؑ جرار
جانوں کی نہیں خیر ذرا اس کی وغا میں
کل فوج گھرے گی غضبِ قہرِ خدا میں

(۶۰)

ماتھے پہ جو اقبال کا روشن ہے ستارا
بھاری سپہِ شام کے حق میں یہی ہوگا
اس ناوک مژگاں سے جگر ہوں گے نشانہ
ہے قہر و غضب آنکھ میں سب چشم علیؑ کا
شمشیر شرر ریز سے یہ فوج جلے گی
ہاں جنبش ابرو سے چھری دل پہ چلے گی

(۶۱)

ہے رخ سے عیاں شان وشکوہ شہؑ مرداں
یہ شیر ہے ہم صورت پیغمبرؐ ذیشاں
کیا ان سے مقابل ہو وغا میں کوئی انساں
سربر نہ لڑائی میں ہوئی قوم بنی جاں
مانے ہیں وہ اس جنگ کو جن جن پہ عیاں ہے
سب معرکۂ بیر علم ورد زباں ہے

(۶۲)

پر نور وہ چہرہ کہ خجل جس سے رخ ماہ
کیا حسن ہے، کیا شان ہے، کیا قدر ہے، کیا جاہ
واقف ہے زمیں ان سے فلک، ان سے ہے آگاہ
ان ساعد و بازو میں ہے سب زور ید اللہ
میداں میں صفوں کی بھی صفائی ہے انہیں سے
ہنگامِ وغا عقدہ کشائی ہے انہیں سے

(۶۳)

جھپٹے گا یہ صفدر بھی اگر کھینچ کے تلوار
اٹھ جائیں گے رن سے قدم افسر و سردار
تاکوفہ بھگاتا ہوا جائے گا یہ جرارؑ
اے کوفی و شامی در کوفہ سے خبردار
کچھ دور نہیں فوج اگر زیر و زبر ہو
یہ در بھی کہیں دست جری میں نہ سپر ہو

(۶۴)

پائے پسر شاہؑ کی دشوار ثنا ہے
یہ خاتمۂ وصف سراپا کی بنا ہے
رہرو کے لئے نقش قدم راہنما ہے
ان میں بھی ثبات قدم دست خدا ہے
پیچھے نہ ہٹے گرد قدم وقت وغا بھی
مٹتا نہیں میداں سے نشان کف پا بھی

(۶۵)

صفدر ہیں مجاہد ہیں لڑائی کے دھنی ہیں
عابد ہیں عبادت میں، سخاوت میں سخی ہیں
غازی ہیں، بہادر ہیں، دلاور ہیں، جری ہیں
ہمنام ید اللہ ہیں، خود یہ بھی علیؑ ہیں
پوشیدہ نہیں، ان کے شرف سب پہ جلی ہیں
صورت میں نبیؐ ہیں تو شجاعت میں علیؑ ہیں

(۶۶)

اکبرؑ کی ثنا سن کے جلا شمر بد اختر
بولا یہ نگہبان منجم سے ستمگر
کیوں اتنی تو کرتا ہے ثنائے علی اکبرؑ
بس چپ ہو نہ سن پائے کوئی فوج کا افسر
بھڑ کاتا ہے اوروں کو یہی کام ترا ہے
کچھ تو ہی زمانے میں نگہبان نیا ہے

(۶۷)

ہاں تو سن خامہ صفت رخش بیاں ہو
سایہ کی طرح گاہ نہاں گاہ عیاں ہو
پوشیدہ نظر سے ہو تو صرصر کا گماں ہو
ظاہر ہو تو پھر ابر کے مانند رواں ہو
چمکے جو فرس برق بھی سو جاں سے فدا ہو
کاوے میں رواں دور زمانہ سے سوا ہو

(۶۸)

ہے شوخیوں میں مردم دیدہ سے زیادہ
سرکش ہے یہ ابروئے کشیدہ سے زیادہ
گردن میں ہے خم تیغ خمیدہ سے زیادہ
ہے جست میں آہوئے رمیدہ سے زیادہ
برہم کسی معشوق کے گیسو سے سوا ہے
رفتار میں چلتے ہوئے جادو سے سوا ہے

(۶۹)

گھوڑے کو پھراتے ہوئے پہونچے سر میداں
انبوہ کو دیکھا صفتِ شیر نیستاں
اس غیظ بھری آنکھ پہ ضیغم بھی ہو قرباں
وہ رعب کہ دیکھے تو ڈرے خواب میں انساں
چبھتے تھے دلوں میں وہ مژہ تیر کی صورت
ابرو تھے کھنچے غیظ میں شمشیر کی صورت

(۷۰)

نعرہ کیا ضیغم نے ہم آئے ہیں خبردار
گھوڑے سے ہمارے کوئی ہمسر نہیں پردار
فوجوں کو لئے رن میں بڑھیں جنگ کو سردار
روکیں مجھے سب مل کے جوانانِ جگر دار
آتے نہیں میداں میں بہادر جو بڑے ہیں
ہم دیر سے یاں منتظر جنگ کھڑے ہیں

(۷۱)

آگاہ ہو ہم بیشۂ حیدرؑ کے اسد ہیں
بازوئے نبیؐ دست الٰہی مرے جد ہیں
کیا اصل ہے ان کی جو پرے بہر مدد ہیں
دشمن کے ہزاروں جو چلیں وار تو رد ہیں
دو ایک تو کیا مل کے جواں پانچ نہ آئے
تیغیں شرر افشاں ہوں مگر آنچ نہ آئے

(۷۲)

جرار کبھی ہم سے وغا کر نہیں سکتے
اسوار کبھی ہم سے وغا کر نہیں سکتے
خونخوار کبھی ہم سے وغا کر نہیں سکتے
دو چار کبھی ہم سے وغا کر نہیں سکتے
پیدل سے کبھی گاہ سواروں سے وغا ہو
اس وقت کھلے دل جو ہزاروں سے وغا ہو

(۷۳)

آتے نہیں کیوں بہر وغا برچھیوں والے
آکر کوئی میدان میں اک وار کو کھالے
کیوں قلب سپہ میں ہیں کھڑے دل کو سنبھالے
لڑنے کو بڑھیں رن میں رسالوں پہ رسالے
جرأت نہیں بڑھنے کی اگر اہل جفا کو
آتے ہیں ہمیں خیر جوانوں سے وغا کو

(۷۴)

ناگاہ در آئے سپہ روم و عجم میں
گویا نہ رہی خوف سے جاں اہل ستم میں
تاثیر تھی کیا اکبرؑ عالی کے قدم میں
ظاہر ہوئے پستی کے نشاں صاف علم میں
گھوڑوں کے قدم شیر کی دہشت سے رکے ہیں
لشکر کے نشاں خاک مذلت پہ جھکے ہیں

(۷۵)

نیزوں سے لگے روکنے ڈر ڈر کے ستمگر
مانند علیؑ غیظ میں آئے علی اکبرؑ
نعرہ کیا اس شیر نے یا حیدرؑ صفدر
کس قہر سے لی آپ نے شمشیر دو پیکر
شعلے سے کہیں بڑھ کے لپکتی نظر آئے
بے ابر کے برق آج چمکتی نظر آئے

(۷۶)

پہلے بھی جلے تھے یہ شقی تیغ زباں سے
جل جائیں گے اب اور بھی اس شعلہ فشاں سے
تلوار کا یہ قول ہے ہر پیر و جواں سے
رکنے کی نہیں میں سپر و خود گراں سے
کاٹوں گی میں ہمراہ گلو تار نفس تک
مغفر سے پہنچ جاؤں گی میں تنگ فرس تک

(۷۷)

کاٹھی سے جدا ہوتے ہی چلنے لگی تلوار
گرنے لگے کٹ کٹ کے زمیں پر سر اسوار
اک شور اٹھا حشر ہوا کیا یہ نمودار
بے ابر کے دیکھی نہ کبھی اولوں کی بوچھار
ہشیار رہیں افسر و سردار سپہ سے
اس شیر سے لو چل گئی تلوار سپہ سے

(۷۸)

ہم نے کبھی پہلے یہ لڑائی نہیں دیکھی
ایسی کبھی قسمت کی برائی نہیں دیکھی
اس طرح تن و جاں میں جدائی نہیں دیکھی
مدت سے یہ ہاتھوں کی صفائی نہیں دیکھی
یاد آگئے اندازِ وغا حق کے ولی کے
چلتے تھے یونہی ہاتھ صفائی سے علیؑ کے

(۷۹)

فرمایا ابھی تیغ کا لوہا نہیں دیکھا
اس آب کا بہتا ہوا دریا نہیں دیکھا
زخمی کوئی ریتی پہ سسکتا نہیں دیکھا
بسمل کے تڑپنے کا تماشہ نہیں دیکھا
آواز فراموش ہو مینا و سبو کی
کانوں میں صدا آئی نہیں نائے گلو کی

(۸۰)

نشہ ابھی باقی ہے جو میخوار ہیں سرشار
آب دم شمشیر سے ہوجائیں گے ہشیار
کب چاک ہوا ہے شکم میکش و خمار
کوئی نہ بہا رن میں خم بادۂ گلنار
سب شاد ہیں تم میں کوئی رنجور نہیں ہے
سالم ہے ابھی شیشۂ دل چور نہیں ہے

(۸۱)

آغاز ہوئی ہے ابھی میداں میں لڑائی
یہ بھی ہے کوئی کیا جسد و جاں کی جدائی
دو چار کی میداں میں ابھی ہے اجل آئی
دیکھو گے ید اللہ کے ہاتھوں کی صفائی
اک ایک کو میدان میں دو دو یہ کرے گا
تلوار مگر خون نجس سے نہ بھرے گا

(۸۲)

ہوگا تہہ و بالا مرے حملوں سے یہ لشکر
کھلتے ہیں پئے جنگ یہ تلوار کے جوہر
دلسوز وغا میں ہے مری تیغ دو پیکر
پہلو میں یہی مونس و ہمدم رہی شب بھر
دوں گا نہ اماں شام تلک لشکر شر کو
منہ دیکھا ہے اس آئینہ میں اٹھ کے سحر کو

(۸۳)

شیر انہ صفوں میں ادھر آئے اُدھر آئے
گہہ چھپ گئے انبوہ میں گاہے نظر آئے
ہتوا سے ہوئے ہاتھ میں تیغ و سپر آئے
ہمراہ لئے نصرت و فتح و ظفر آئے
مانند یدُاللہ جو غازی نے وغا کی
ہر ہاتھ میں ہوتی تھی شکست اہل جفا کی

(۸۴)

ہرغول سے پھرتے تھے مظفر علی اکبرؑ
سرتن سے گراتے تھے سراسر علی اکبرؑ
یم خوں کا بہاتے تھے زمیں پر علی اکبرؑ
کھینچے ہوئے تھے تیغ دو پیکر علی اکبرؑ
دونوں طرف اس میں گل جوہر کے خزاں ہے
اک شاخ میں کیا آج نیا باغ لگا ہے

(۸۵)

اس پھل کا مزہ زہر ہلاہل سے سوا ہے
اس آب کی لذت سم قاتل سے سوا ہے
اس لب کی تراوٹ لب ساحل سے سوا ہے
اس رخ کی صفائی مہِ کامل سے سوا ہے
دیکھیں مہ شمشیر یقیں آئے نہ جن کو
وہ شب کو ہے پرنور چمکتی ہے یہ دن کو

(۸۶)

تلوار یہ اک جاصفت برق نہیں ہے
ہے سر پہ کبھی اور کبھی زیر زمیں ہے
سایہ کہیں بیتاب ہے اور آپ کہیں ہے
مغفر پہ کبھی ہے تو کبھی یہ سرزیں ہے
سرکاٹ کے آئے تو یہ زیں کاٹ کے اٹھے
پھر ڈوب کے اک ہاتھ زمیں کاٹ کے اٹھے

(۸۷)

ہے حسن میں معشوق مگر دشمن جاں ہے
ڈھالوں میں نہاں ہے تو کبھی سر پہ عیاں ہے
جب تک دہن زخم میں یہ ہے تو زباں ہے
ٹھہرا ہوا پانی ہے مگر آب رواں ہے
پینے لگی پیاسی تھی جو تلوار لہو کی
آب دم شمشیر میں ہے دھار لہو کی

(۸۸)

دشمن کی وغا کے لئے تیار ہے تلوار
جاں لینے کو معشوقِ طرح دار ہے تلوار
جلاد ہے سفاکِ دل آزار ہے تلوار
خوں ریز ہے خونبار ہے خونخوار ہے تلوار
کشتوں کا بھی دم اس نے وغا میں جو لیا ہے
اس وجہ سے شمشیر دو دم نام ہوا ہے

(۸۹)

دامن کی ہوا اس کی نسیم سحری ہے
انبار میں پھولوں کے وہ جوہر سے بھری ہے
پہلو میں یہی ہمدم درد جگری ہے
قامت میں کجی چال میں محبوب پری ہے
ہے بڑھ کے حسینوں سے سوا حسن عمل میں
معشوق صفت رات کو رہتی ہے بغل میں

(۹۰)

رہتا ہے بہادر کو سدا کام اسی سے
ہر ایک دلاور کا ہوا نام اسی سے
رو پوش ہوا گور میں بہرام اسی سے
مرحب کا ہوا خاک میں انجام اسی سے
قبضہ میں رہا ملک سلاطیں کا اسی سے
بازو بھی زبردست ہوا دیں کا اسی سے

(۹۱)

ہے شاد مجاہد سے معاند سے ہے برہم
امرت ہے یہ احباب کو اعدا کے لئے سم
کیوں فرد نہ ہو تیغ میں جوہر یہ نہیں کم
معشوق کی معشوق ہے ہمدم کی ہے ہمدم
رنگت میں سیہ تاب ہے لیلیٰ بھی یہی ہے
ہاں ہجر کی شب مونس لیلیٰ بھی یہی ہے

(۹۲)

جوہر کے بچھے گل ہیں گل اندام یہی ہے
پہلو میں ہے معشوق دل آرام یہی ہے
جاں لیتی ہے آخر وہ خوش انجام یہی ہے
بسمل کے لئے موت کا پیغام یہی ہے
پہلو میں کبھی ہے تو کبھی زیر بغل ہے
جو اس سے مخالف ہوا بس اس کی اجل ہے

(۹۳)

دریا ہے روانی میں بھی ساحل بھی ہے تلوار
کشتوں سے ہے ہشیار بھی، غافل بھی ہے تلوار
جن بھی ہے سروں کے لئے، عامل بھی ہے تلوار
سفاک بھی تلوار ہے، قاتل بھی ہے تلوار
ہے آب پہ خون پینے کی عادت نہیں جاتی
بے جان لئے اس کی عداوت نہیں جاتی

(۹۴)

دو خودِ گراں ہو جو پڑے ہاتھ بھی ہلکا
پوچھے کوئی بسمل سے مزا تیغ کے پھل کا
اس آب میں نقشہ نظر آتا ہے اجل کا
بازو سے دبالو تو یہ شیشہ ہو بغل کا
اس میں یہ صفائی کبھی جوہر کی نہیں ہے
یہ آئینہ ایجاد سکندر کی نہیں ہے

(۹۵)

ہے دھاک اسی سے عجم و روم و عرب کی
ہے دوست بھی سب کی یہ، عدو بھی ہے یہ سب کی
دن کی ہے رفیق اور یہ معشوق ہے شب کی
ہے جستجو آفت کی، تلاش اس کی غضب کی
اک دم میں جگر تک یہ گذرتی ہے گلے سے
پانی کی طرح صاف اترتی ہے گلے سے

(۹۶)

خوں پینے میں، دم لینے میں، کرتی نہیں تاخیر
خاموش ہی رہتی ہے سدا صورت تصویر
پانی میں اسی کے ہے سوا زہر سے تاثیر
سوزِ دمِ شمشیر قلم، کیا کرے تحریر
باطن میں بھری آگ ہے اس شعلہ فشاں میں
چھالے کہیں پڑ جائیں نہ خامہ کی زباں میں

(۹۷)

خمدار یہ تلوار ہے خنجر یہ نہیں ہے
گو سخت ہے لوہے کی پہ پتھر یہ نہیں ہے
جانوں کی عدو موت سے کمتر یہ نہیں ہے
یہ ریزۂ الماس ہے، جوہر یہ نہیں ہے
کیا کچھ نہیں کرتی ہے یہ نازوں کے پلے سے
اسے سے بُرے ہے (نفرت

(۹۸)

بجلی یہ چمکتی تہہ افلاک غضب ہے
رگ رگ سے یہ آگاہ ہے ادراک غضب ہے
دم لے کے بھی تھمتی نہیں چالاک غضب ہے
سر چڑھتی ہے اک ایک کے بیباک غضب ہے
لی موت نے گر جان تو کیا منہ کو چھپا کے
دم لیتی ہے یہ تیغ دو دم سامنے آکے

(۹۹)

تلوار جو ایسی ہو تو ہو ہاتھ بھی ایسا
پہنچا ہو جسے زور وشرف دست خدا کا
ہر ہاتھ میں آتی تھی صدا ضرب ہے یکتا
اک وار میں دو دو نہ ہوں کیوں پیکر اعدا
یہ حال گریزانِ وغا پر نہ کھلے گا
بے ہاتھ کے تلوار کا جوہر نہ کھلے گا

(۱۰۰)

اعدا کے دلوں میں تھا عناد علی اکبرؑ
ہر دم تھی سوا شاہؑ کو یاد علی اکبرؑ
رفتار میں یکتا تھا جواد علی اکبرؑ
سوجان سے قربان جہادِ علی اکبرؑ
بے سایہ لڑے دھوپ میں کیا اہل دغل سے
پیاس اور زیادہ ہوئی اس جنگ و جدل سے

(۱۰۱)

آئے شہؑ والا کے قریں سر کو جھکائے
آداب بجالا کے سخن لب پہ یہ لائے
قرباں ہو پسر اے اسد اللہ کے جائے
کیا دور ہے بے آب جو دم ہونٹوں پہ آئے
میں پیاس سے مرتا ہوں خبر لیجئے بابا
ممکن ہو جو پانی تو مجھے دیجئے بابا

(۱۰۲)

معلوم نہیں گو تھا نہیں آب میسر
اس وجہ سے پانی کو طلب کرتے تھے اکبرؑ
طفلی میں یہ ضد کرتے تھے جس چیز کی آکر
اعجاز سے ان کو وہ منگا دیتے تھے سرورؑ
سیراب کیا آب سے کیسا شہؑ دیں نے
جاری کیا انگشت سے چشمہ شہؑ دیں نے

(۱۰۳)

شاید مجھے دیں آج بھی اعجاز سے پانی
ہو رفع کسی طرح مری تشنہ دہانی
کہنے لگا یہ روکے ید اللہ کا جانی
پانی تو ہے نایاب مرے یوسف ثانی
شاید تمہیں تسکین ہو کچھ تشنہ لبی میں
اے لال! زباں دو دہنِ سبطِ نبیؐ میں

(۱۰۴)

اکبرؑ نے سنا جب یہ شہنشاہؑ زمن سے
برچھی سی لگی دل پہ اِس اُلفت کے سخن سے
بس دے کے زباں کھینچ لی فی الفور دہن سے
رو روکے یہ کی عرض عجب رنج ومحن سے
مجھ سے بھی سوا تشنگیٔ شاہؑ ہُدا ہے
میری بھی زباں سے یہ زباں خشک سوا ہے

(۱۰۵)

ہم شکل نبیؐ سے یہ کہا شاہؑ نے روکر
قربان تری پیاس کے اے میرے دلاور
پھر رن میں وغا کے لئے جاے علی اکبؑر
جلدی یہ بجھے پیاس تری اے مرے دلبر
جنت کا عطا ساغر پر آب کریں گے
اب ساقیٔ کوثر تجھے سیراب کریں گے

(۱۰۶)

میداں کو چلا لال تو چھاتی سے لگایا
انگشتری اک دے کے یہ بولے شہؑ والا
ہنگام وغا منہ میں انگوٹھی رہے بیٹا
کچھ ہوگا سکوں پیاس میں اس سے مرے شیدا
اس جنگ میں فرصت تمہیں ہوئے گی تعب سے
محجوب کیا باپ کو پانی کی طلب سے

(۱۰۷)

تسلیم بجالا کے ہوئے رن کو روانہ
آفت کا وہ آنا تھا قیامت کا یہ جانا
گھوڑے کو پھراتے ہوئے میداں میں وہ لانا
کس نازو ادا سے قدم اس کے وہ اٹھانا
اس حسن سے طاؤس رواں ہو نہیں سکتا
خامہ کی زباں سے وہ بیاں ہو نہیں سکتا

(۱۰۸)

سنسان وہ میدان تھا جنگل سے زیادہ
افواج کا دل تھا کہیں بادل سے زیادہ
پھر شیر نے حملہ کیا اول سے زیادہ
تلوار کا پھل تلخ تھا حنظل سے زیادہ
یہ دشمن جاں زہر ہلاہل سے سوا تھا
اس پھل کا مزہ موت کی تلخی کا مزا تھا

(۱۰۹)

پھر اکبرؑ جرار سے چلنے لگی تلوار
پھر رنگ لڑائی میں بدلنے لگی تلوار
پھر ڈوب کے سینوں میں نکلنے لگی تلوار
پھر مثل شجر پھولنے پھلنے لگی تلوار
پھر کیفیت پیر و جواں ایک ہوئی ہے
پھر فصل بہاران وخزاں ایک ہوئی ہے

(۱۱۰)

پھر شور ہوا فوج میں صفدر کی وغا کا
پھر بس نہ چلا ان سے کسی اہل جفا کا
پھر غیظ بڑھا اور بن شاہؑ ہُدا کا
پھر حملہ کیا شیر نے ضرغام خدا کا
پھر تیغ جری کی سر اعدا پہ بلا تھی
پھر پنجۂ ضیغم میں شغالوں کے قضا تھی

(۱۱۱)

پھر دشت میں بھرتا ہے یہ رہوار طرارے
پھر اترے عدو تیغ کے دریا کے کنارے
پھر ڈھونڈتے پھرتے ہیں ستمگار سہارے
پھر تیغ شرر بار کے اڑتے ہیں شرارے
پھر آنچ سے تلوار کی ہر ڈھال جلی ہے
پھر دور تلک دشت میں اک آگ لگی ہے

(۱۱۲)

بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں لڑتے ہوئے اکبرؑ
آئے جو بن سعد کے خیمہ کے برابر
پہرے پہ حفاظت کو کھڑے تھے جو دلاور
چلنے لگی یہ تیغ دو دم ان کے سروں پر
بھاگے ہوئے نامردوں میں پنہاں ہوئے ظالم
کچھ قتل ہوئے کچھ وہ گریزاں ہوئے ظالم

(۱۱۳)

یہ بڑھ کے طنابوں پہ لگانے لگے تلوار
جب رشتۂ جاں کاٹ دے یہ تیغ شرربار
اور قطع کرے تار نظر بھی دم پیکار
کیا بود طنابوں کی وہ نابود تھے کچھ تار
کچھ بات سمجھتی تھی نہ یہ قطع سخن کو
تلوار کے ڈورے نے کیا قطع رسن کو

(۱۱۴)

اک سمت سے خیمہ وہ جھکا خاک پہ ناگاہ
اس شیر کی دہشت سے فراری ہوا روباہ
پہنچا تھا وہاں تک نہ یہ شہزادۂ ذیجاہ
افسر کی کمک کے لئے جو آگئے گمراہ
ہونٹوں کو چبانے لگے یہ غیظ میں آکے
نامرد اسے لے گئے دامن میں چھپاکے

(۱۱۵)

پوشیدہ ہوا اور کسی خیمہ میں افسر
ناگاہ بلندی پہ چڑھا شمر ستمگر
فریاد دلیروں سے یہ کرنے لگا ڈر کر
کیا فوج میں کوئی نہیں اب مرد دلاور
اس شیر بہادر نے غضب صید کیا تھا
کُل فوج کے افسر کو ابھی قید کیا تھا

(۱۱۶)

افسر کو نہ لے جاتے اگر لوگ بچاکے
کرلیتا گرفتار وہ غازی ابھی آکے
اتنا نہیں کوئی جو لڑے دشت میں جاکے
انداز دکھائے کوئی مردان وغا کے
جو قتل ہوئے ان کے برابر نہیں کوئی
معلوم ہوا تم میں دلاور نہیں کوئی

(۱۱۷)

اب کیا ہوا وہ دعویٰ شجاعت کا بتاؤ
آئے ہو مدد کو تو وغا کے لئے جاؤ
میداں میں تگاور کو ذرا چھیڑ کے آؤ
سرکاٹ کے تن سے پسر شاہؑ کا لاؤ
بس خاتمۂ فوج شہؑ جن و بشر ہے
اس کو جو کیا قتل تو پھر اپنی ظفر ہے

(۱۱۸)

حیراں ہوں عرب کی بھی حمیت نہیں تم کو
دعویٰ تھا بہت، نام کو جرأت نہیں تم کو
کہتے ہوئے شرم آتی ہے غیرت نہیں تم کو
کیسے ہو جواں مرد حرارت نہیں تم کو
کیا تم میں نہیں کوئی خریدار وغا کا
افسردہ دلو! سرد ہے بازار وغا کا

(۱۱۹)

کہنے لگے یہ شمر سے غصہ میں دلاور
نازاں ہیں بہت آپ جو بھاگا ہے یہ افسر
تھم سکتے ہیں میدان میں پاؤں کبھی بے سر
تم بھی تو ہو سردار بڑھو فوج کو لے کر
یہ فوج میں بے وجہ بپا غدر نہیں ہے
بے قدر کا کیا ساتھ دیں کچھ قدر نہیں ہے

(۱۲۰)

بے شرم ہے تو آپ نہیں کچھ بھی حیا ہے
بس دیکھ برا کہنے کا انجام برا ہے
لشکر میں تو ہی ایک بڑا مرد وغا ہے
اس شیر بہادر سے لڑے تو تو مزہ ہے
نامرد جری ہیں یہ اگر قول سند ہے
پھر کس لئے ہم سب سے تو خواہان مدد ہے

(۱۲۱)

محجوب ہوا سن کے دلیروں کی یہ گفتار
کہنے لگا تم کو نہیں کہتا ہوں میں زنہار
اک ایک جواں تم میں نمودار ہے جرار
ہمسر نہیں یہ طفل تمہارا دم پیکار
دم بھر میں ابھی صاف یہ میدان وغا ہو
تم چاہو تو اک وار میں سر اس کا جدا ہو

(۱۲۲)

ناگاہ بڑھا ایک جری دشت وغا میں
اڑنے لگا رہوار بھی خود اپنی ہوا میں
پھنسنے کو یہ آتا ہے شقی دام بلا میں
ڈوبے گا جفاجو یہ ابھی بحرِ فنا میں
موٹی ہے سمجھ صاحب ادراک نہیں ہے
آب دم شمشیر کا پیراک نہیں ہے

(۱۲۳)

غرہ تھا کہ رستم سے زیادہ ہوں میں جرار
سہراب بھی ہمسر نہیں میرا دم پیکار
مہمان مگر چند نفس کا ہے ستمگار
شامی ہے سیہ رنگ و سیہ قلب وسیہ کار
بے مغز ہے نخوت کی ہوا سر میں بھری ہے
سرکش ہے سیہ بخت چراغ سحری ہے

(۱۲۴)

ڈرتا ہوا آتا ہے وہ جرار کے آگے
آتی ہے ادھر موت بھی غدار کے آگے
استادہ ادھر فتح ہے رہوار کے آگے
لائی ہے اجل گھیر کے تلوار کے آگے
پہلے قلق مرگ فرس دل پہ سہے گا
پھر شیر کے اک وار میں زندہ نہ رہے گا

(۱۲۵)

تھراتا ہوا شیر کے نزدیک جب آیا
بولا میں وغا کے لئے حسب طلب آیا
اکبرؑ نے کہا ہنس کے پئے جنگ اب آیا
جرأت سے تری مجھکو نہایت عجب آیا
تونے نہ سنا ہوگا مبارز کی صدا کو
میدان میں آیا ہے بہت جلد وغا کو

(۱۲۶)

کیا دیر ہے لے تیغ لڑائی کا مزا ہو
منظور مجھے اب نہیں تاخیر ذرا ہو
بولا کہ لڑائی ابھی نیزے کی ذرا ہو
فرمایا کہ بہتر کہیں آغاز وغا ہو
ان دیکھنے والوں کی نگاہوں میں تلیں گے
نیزے کے بندھے بند اشارہ میں کھلیں گے

(۱۲۷)

آمادہ ہوا جنگ پہ نیزے کو اٹھایا
یاں اکبرؑ غازی نے بھی بھالے کو سنبھالا
اک شور ہوا شیر سے چلنے لگا نیزا
کھولا اسے جو بند ستم گار نے باندھا
دعویٰ ہے ستمگار کو نیزے کی وغا کا
پوتا ہے یہ غازی بھی شہؑ عقدہ کشا کا

(۱۲۸)

نیزے کی لڑائی میں جو ہارا وہ ستمگار
بس کھینچ لی کاٹھی سے جفا کار نے تلوار
کہنے لگا کس کبر و تکبر سے وہ غدار
اس تیغ سے دشمن کوئی جانبر نہ ہو زنہار
یہ وہ ہے بلا جو کبھی ٹالی نہیں جاتی
جب سر پہ یہ آتی ہے تو خالی نہیں جاتی

(۱۲۹)

غازی نے کہا تیغ تو ظاہر میں ہے پر آب
باطن میں مگر آپ ترا قلب ہے بیتاب
تھمتا نہیں ایک آن بھی یہ صورت سیماب
غافل ہے مگر دیکھ رہا ہے تو کوئی خواب
قبضہ سے نکل جائے گی تعبیر یہی ہے
ہشیار کہ قاتل تری شمشیر یہی ہے

(۱۳۰)

مضبوط رہے ہاتھ میں یہ تیغ خبردار
میں چھین ہی لوں گا ترے قبضہ سے یہ تلوار
جی توڑ کے لڑ محو تماشا ہیں ستمگار
کچھ دیر تو ہو رد و بدل خوب چلیں وار
واں جنگ ہزاروں ہی جواں دیکھ رہے ہیں
یاں ایک فقط شاہِ جہاں دیکھ رہے ہیں

(۱۳۱)

تلوار لگانے لگا غازی پہ ستمگر
خالی دئے کچھ وار تو کچھ روکے سپر پر
غافل تھے نہ تدبیر سے لیکن علیؑ اکبر
بس تھام لیا دست شقی شیر نے بڑھ کر
حاصل نہ ہوا کچھ اسے جز رشک وحسد کے
چھٹتی ہے کلائی کہیں پنجہ سے اسد کے

(۱۳۲)

گو زور کیا پر نہ چھٹا دست ستمگر
بس چھین لی جرار نے وہ تیغ دو پیکر
کس قہر سے گونجا اسد بیشۂ حیدرؑ
زہرہ ہوا آب آب جفا کار کا سن کر
کچھ اور ہی حالت ہوئی اب قلب وجگر کی
حسرت سے رخ شیر پہ بزدل نے نظر کی

(۱۳۳)

جھپٹے یہ بصد قہر اٹھاکر وہی تلوار
اک ہاتھ میں پا ہائے فرس کردئے بیکار
میداں سے چلا جان بچاکر وہ ستمگار
نعرہ کیا جاتا ہے کہاں رن سے خبر دار
نامرد شجاعوں کا یہی طور وغا ہے
ضرغام کے پنجہ سے کہیں شیر بچا ہے

(۱۳۴)

یہ کہہ کے لگائی وہی تلوار جھپٹ کر
آنے بھی نہ پائی تھی سپر فرق لعیں پر
یاں کاٹ گئی تیغ زہے دست دلاور
دو ٹکڑے ہوئے قامت ظالم کے برابر
کچھ بھی نہ کم و بیش سر و صدر و گلوتھا
دیکھا تو کوئی فرق نہ ان میں سرموتھا

(۱۳۵)

میدان میں اک ایک نہ آیا جو وغا کو
پھر تاب نہ آئی پسر شاہؑ ہدا کو
پھر قتل یہ کرنے لگے ہر اہل وغا کو
پسپا کیا پھر شیر نے افواج جفاکو
ہر سمت سے پھر گھیر لیا آکے اسد کو
میدان میں کل فوج سمٹ آئی مدد کو

(۱۳۶)

چلنے لگی ہر سمت سے تلوار پہ تلوار
دس وار پہ دس وار تھے اک وار پہ اک وار
تھا غدر گرے پڑتے تھے رہوار پہ رہوار
پیدل پہ جو پیدل تھے تو اسوار پہ اسوار
آئے جو کمک کے لئے پسپا ہوئے وہ بھی
مردے جو گرے زندوں پہ مردا ہوئے وہ بھی

(۱۳۷)

انصاف ہے کب تک یہ لڑیں فوج سے تنہا
دو کو جو کیا قتل تو سوکا ہوا نرغا
زخمی ہوئے بے حد تو بہا خون کا دریا
گھوڑے پہ بھی اب ضعف سے بیٹھا نہیں جاتا
ملنے کو اجل آئی بن شاہؑ زماں سے
صد پاش ہوا دل جگر شہؑ کا سناں سے

(۱۳۸)

تیورا کے گرا خاک پہ وہ گیسوؤں والا
ہونے لگا سینہ میں کلیجہ تہہ و بالا
دی شہؑ کو صدا آیئے جلد اے شہؑ والا
یہ سن کے جگر شاہؑ نے ہاتھوں سے سنبھالا
مقتل کو چلے جان کو کھوتے ہوئے شبیرؑ
گرتے ہوئے اٹھتے ہوئے روتے ہوئے شبیرؑ

(۱۳۹)

دیتے تھے صدا تم ہو کہاں گیسوؤں والے
ہے کون جو گرتے ہوئے بیکس کو سنبھالے
بیتاب ہوں بیٹا مجھے پاس اپنے بلالے
تو ایک ضعیف اور یہ جنگی ہیں رسالے
آمادہ جفاؤں پہ نہ یہ لشکر کیں ہو
قاسمؑ کی طرح لاش نہ پامال کہیں ہو

(۱۴۰)

بتلاؤ پدر کو مرے دلبر ہو کہاں تم
آنکھوں سے نہاں اے مہ انور ہو کہاں تم
ملتے نہیں ہمشکل پیمبرؐ ہو کہاں تم
آواز دو بیٹا علیؑ اکبرؑ ہو کہاں تم
تاریک نگاہوں میں مری کیوں نہ جہاں ہو
کس فوج کے بادل میں مرے چاند نہاں ہو

(۱۴۱)

آواز یہ آئی کہ یہاں زیر شجر ہوں
میں منتظر دید شہؑ جن و بشر ہوں
مہمان کوئی آن کا ہوں شمع سحر ہوں
قربانِ پدر، باپ کا پیارا میں پسر ہوں
کیا دکھ نہ سہے دل پہ شہؑ جن و بشر نے
کس ناز ونعم سے مجھے پالا تھا پدر نے

(۱۴۲)

مقتل میں جو روتے ہوئے آئے شہؑ مضطر
دیکھا کہ ہے بے ہوش پڑا وہ مہ انور
غش کھا کے گرے یہ بھی قریب علی اکبرؑ
ہوش آیا تو کہنے لگے یہ سبط پیمبرؐ
دیکھو تو مجھے آنکھ تو کھولو علی اکبرؑ
قرباں ہو پدر منہ سے تو بولو علی اکبرؑ

(۱۴۳)

ٹپکے رخ اکبرؑ پہ جو اشکؑ شہؑ والا
آنکھیں بھی کھلیں غش سے انہیں ہوش بھی آیا
کی عرض کہ اک اور ہے ارماں ابھی بابا
یاں لایئے لوں پائے مبارک کا میں بوسہ
حسرت ہے کہ دم نکلے تو آغوش پدر میں
سر گود میں رکھئے کہ اٹھا درد جگر میں

(۱۴۴)

اس درد جگر سے مری بچ جائے اگر جاں
تکلیف یہ فرمایئے میں آپ پہ قرباں
رہ جائے نہ پھر دید کا دل میں مرے ارماں
اللہ یہ مشکل بھی کرے آپ کی آساں
پہنچایئے ناموس میں ہمشکل نبیؐ کو
اک بار میں پھر دیکھ لوں مادر کو، پھوپھی کو

(۱۴۵)

کرتا تھا ابھی عرض عدم کا وہ مسافر
باندھے ہوئے ہاتھوں کو اجل بھی ہوئی حاضر
ناگاہ ہوئے موت کے آثار بھی ظاہر
آغوش پدر میں ہوئے دم توڑ کے آخر
اشکوں سے بھی دامن کو بھگونے لگے شبیرؑ
منہ دیکھ کے فرزند کا رونے لگے شبیرؑ

(۱۴۶)

نالے تھے یہ لب پر مرے شیدا علی اکبرؑ
جنت کو روانہ ہوئے تنہا علی اکبرؑ
اس پیر سے ناراض ہوئے کیا علی اکبرؑ
لیتے نہ گئے باپ کو بیٹا علی اکبرؑ
عباسؑ کمر، قلب و جگر توڑ گئے تم
نرغہ میں ہزاروں کے مجھے چھوڑ گئے تم

(۱۴۷)

ڈھونڈھوں میں کہاں اے مرے جانی علی اکبرؑ
تاراج ہوا باغ جوانی علی اکبرؑ
تا مرگ رہی تشنہ دہانی علی اکبرؑ
میں دے نہ سکا پیاس میں پانی علی اکبرؑ
اس داغ پہ لازم مجھے فریاد و بکا ہے
تا عمر بہیں اشک ندامت تو بجا ہے

(۱۴۸)

شہؑ جانب خیمہ چلے لاشے کو اٹھاکر
پہونچے جو قریں ٹھوکریں کھاتے ہوئے سرور
لاشہ کو لئے گھر میں گئے سبط پیمبرؐ
رونے لگے میت کو لٹا کر شہؑ مضطر
سر کھول دئے لاش پہ ناموس نبیؐ نے
صد چاک گریباں کیا بنت علیؑ نے

(۱۴۹)

سر پیٹ کے کہنے لگی یہ دختر زہراؑ
منھ خاک میں اور خوں میں اٹا ہے مرے شیدا
وہ چاند سا رخ صاف دکھائی نہیں دیتا
اے ماہ لقا دن کو گہن آج ہے کیسا
بچے تھے جوانی میں بھی داخل نہ ہوئے تھے
اے چاند ابھی تم مہ کامل نہ ہوئے تھے

(۱۵۰)

ناشاد کسے ماہ لقا کہہ کے پکارے
اٹھتے نہیں پھر جنگ کو قُربان تمہارے
غافل کبھی سوتے تھے نہ یوں نیند کے مارے
یہ خواب گراں خوب نہیں اے مرے پیارے
ہے شام قریب اب کوئی سونے کا محل ہے
یہ نیند جوانی کی نہیں خواب اجل ہے؟

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

{بانئ مجلس}

شاعر اہلبیتؑ علامہ نجم آفندی اکبرآبادی مرحوم

بانئ مجلس! خدا تجھ کو جزائے خیر دے
خیر کی توفیق بے حد یہ بنائے خیر دے
ہوترا ذوق عمل تقلید انصار حسینؑ
دل قوی جذبہ سلامت اے عزادار حسینؑ
نبض کی رفتار میں، حرؑ کے ارادہ کی روش
خون میں عزم حبیب ابن مظاہرؑ کی روش
اسوۂ شبیرؑ کے سایہ میں دم لینا نصیب
دوش پر ملت کی عظمت کا علم لینا نصیب
پھول سے ہلکا رہے رخت گراں بارِ حیات
کھول دے رازِ شہادت تجھ پہ اسرارِ حیات
مسلم ابن عوسجہؑ کا حوصلہ ہو راہبر
باندھ لے شالِ عزا سے اپنی ہمت کی کمر
دردِ ملت بھی رہے شامل متاعِ ہوش میں
پرورش پاکر غم شبیر کی آغوش میں
جس قدر مسرور ہے مجلس میں حصہ بانٹ کر
ہو یونہی خوش قوم سے عیب فلاکت چھانٹ کر
کام کرنا کام کی خاطر ترا دستور ہو
نام کی خواہش تری نیت سے کوسوں دور ہو
خانماں پر رکھ تو دیں کے آشیانے کی بنا
تیرے ہاتھوں سے پڑے قومی زمانے کی بنا
قبضۂ ترک فلک سے چھین لیں تلوار ہاتھ
اس قدر کس بل کریں پیدا یہ ماتم دار ہاتھ
چیر کر یوں دل کو نکلے نعرۂ یالیتنی
کاٹتی ہے جس طرح شیشہ کو ہیرے کی کنی
زندگی کی رو خجل کردے اجل کو گھیر کے
مسکرائیں اشک غم طوفان کا منہ پھیر کے
ایک دل ہوجائیں سب شوذب کی عابس کی طرح
جمع کرلے سب کو اک مرکز پہ مجلس کی طرح
تجھ کو انعام زیارت ہمت پرواز دے
سروقد اٹھ کر غبار کربلا آواز دے

(ماخوذ از محرم نمبر روزنامہ اسد لکھنؤ، ۶ محرم ۱۳۵۸ھ)

بڑے مضبوط ہاتھوں سے ترے دامن کو پکڑا ہے
جہنم نے بہت کھینچا تو کھینچے گا فقط در تک

☆☆☆

جز غم آل نبیؐ کچھ ہمیں درکار نہیں
کوئی کیا لے کے کرے اپنی ضرورت کے سوا

☆☆☆

یہ حقیقت نہیں انداز طلب ہے مولیٰ
علم ہر شئے کا تمہیں ہے مری حالت کے سوا

مولانا کامل حسین نقوی کاملؔ جائسی